بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

رسالہ

تشحیذ الاذہان

بابت ماہ جون سنہ ۱۹۱۵ء

تحقیق امام آخر الزمان

مابین احمدی و شیعہ اثنا عشری

*

سوال منجانب شیعہ اثنا عشری: - اگر کتب شیعہ سے امام غائب یعنی بارہویں امام محمدؐ بن الحسن العسکری کی وفات ثابت ہو جائے تو میں حضرت مرزا صاحب کو امام آخر الزمان مان کر بیعت کو تیار ہوں۔

جواب منجانب احمدی بعونہ و تعالیٰ (۱) واضح ہو کہ امام غائب کی پیدائش ۲۵۵ھ میں ہے۔ اور غیبت کبریٰ کا زمانہ ۳۳۰ھ سے شروع ہوتا ہے۔ نوع انسان میں ایک بشر جس کو پیدا ہوئے۔ ایک ہزار اٹھتر برس ہو چکے اور جو کہ ہزار برس سے غائب ہے۔ اسکی وفات سے پہلے تو اسکی حیات ثابت کرنا ضروری ہے۔ بالفرض اگر اسکی وفات کا کسی کو علم نہ ہو۔ تو اس عدم علم کو عدم وقوع وفات کہاں سے لازم ہے۔

(۲) کتب شیعہ میں امام صاحب العصر کو صرف امام غائب ہی نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ اس سے

پہلے حاضر بھی کہا گیا ہے چنانچہ محقق ابن بابویہ رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں :-

"جہاں بعد رسول صلعم بارہ اماموں کا نام بنام ذکر فرمایا - آخر میں لکھا ہے ثم محمد بن الحسن الحجۃ القائم بامر اللہ صاحب الزمان وخلیفۃ الرحمان فی ارضہ الحاضر فی الامصار والغائب عن الانظار" ارشادیہ شرح اعتقادیہ مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۹

اور پھر یہ لکھا ہے - ولا جنس اشہر من جنس القائم لانہ مذکور فی المشرق والمغرب - اکمال الدین محقق ابن بابویہ مطبوعہ ایران صفحہ ۲۹۳

یعنی کوئی جنس جنس قائم سے زیادہ مشہور نہیں ہے کیونکہ مشرق و مغرب میں اسی کا چرچا ہے

علی بن عیسٰی اردبیلی نے کشف الغمہ میں امام کی نسبت لکھا ہے - انہ حیّ موجود یحل و یرتحل ویطوف فی الارض ببیوت وخدم وحشم وابل وخیل وغیر ذلک منقول از کتاب غایت المرام مطبوعہ ایران صفحہ ۷۱۳ - یعنی وہ زندہ اور موجود ہیں - کوچ و مقام کرتے - زمین میں اپنے نوکر چاکر اونٹ گھوڑوں وغیرہ کے ساتھ پھرتے ہیں -

پس جو امام کہ حاضر فی الامصار اور جنس اشہر اور مذکور فی المشرق والمغرب اور پورے سازوسامان وامیرانہ ٹھاٹھ کے ساتھ زندہ ہے - اسکو غائب کس طرح کہہ سکتے ہیں - اسکو غائب کہنا کیا اسکی حیات کے ثابت کرنے کے بار ثبوت سے اپنے کو بچانا نہیں ہے ؟ مگر میں تو ضرور پوچھوں گا کہ اگر امام فوت نہیں ہوچکے تو اس تمام شہرت کے مقابلہ میں غیبت کلی کا اثر کیوں عالمگیر ہے -

(۳) خود شیعہ کے کئی فرقے جو بعض تو اماموں اور بعض امام زادوں کی طرف منسوب ہیں وہ بھی اپنے اپنے اماموں کو غائب اور حی و قائم مانتے اور بعض صدہا برس اس عقیدہ پر قائم رہے ہیں مثلاً

(۱) کیسانیہ محمد بن حنفیہ کو زندہ اور غائب مانتے

(۲) مغیرہ یعنی اصحاب مغیرہ بن سعید بعد وفات امام محمد باقرؑ محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی علیہم السلام کو

(۳) ناووسیہ — منکر فوت حضرت امام صادق ہو کر انہی کو مہدی موعود مانتے ہیں

(۴) اسمٰعیلیہ — منکر فوت اسمٰعیل پسر امام صادق اور انہی کو امام حی و مہدی قائم جانتے ہیں۔

(۵) مبارکیہ — بعد رسول صلعم کے صرف سات امام ضروری جانتے اور محمد بن اسمٰعیل بن امام صادق کو امام عالم و پیغمبر و مہدی مانتے ہیں

(۶) واقفیہ — حضرت موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق کو قائم و مہدی موعود مانتے ہیں

(۷) محمدیہ — امام علی نقی علیہ السلام کے بعد آپ کے بیٹے محمد کو امام مانتے ہیں اور باوجودیکہ وہ اپنے باپ کی زندگی میں فوت ہو گئے کہتے ہیں کہ نہیں فوت ہوئے اور انہی کو قائم مہدی مانتے ہیں۔

(۸) عسکریہ — یہ فرقہ امام غائب کے باپ حسن عسکری علیہ السلام کو غائب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ نہیں فوت ہوئے۔

ملاحظہ ہو کتاب نجم ثاقب میرزا حسین النوری الطبرسی مطبوعہ طہران صفحہ ۸۱ و ۸۲

اور اسمٰعیلیہ تو اب بھی موجود ہیں۔

اگر اسی طرح اثنا عشری بھی کسی شخص کو امام حی و قائم و غائب مانیں تو کیا عجب ہے پس جس طرح ان سب فرقوں کے اماموں کی حیات کا اثبات خود ان ہی فرقہ والوں کے ذمہ ہے اسطرح اول تو اثنا عشریوں کے ہی ذمہ ہے اپنے امام غائب کو زندہ ثابت کرنا۔ لیکن اگر وہ یہ تکلیف اپنے ذمہ نہ لیں تو ہم بطور شاہد ان سب فرقوں کو اور ان کے علاوہ زیدیہ شیعہ کو بھی جو لاکھوں کی تعداد میں آج بھی یمن میں آباد ہیں پیش کر سکتے ہیں۔ جو سرے سے امام غائب کی امامت کے ہی قائل نہیں ہیں اور اس بنا پر اسکی حیات کے بھی قائل نہیں۔ پھر اگر یہ فرقے اثنا عشریوں سے اسی طرح دریافت کریں کہ ہمارے امام غائب کی وفات ثابت کر دو تو ہم تمہارے امام کو مان لینگے۔ پس جو جواب اثنا عشری انکو دینگے وہی ہماری طرف سے بھی سمجھنا چاہیئے۔

(۴) اثنا عشری شیعہ کے متاخرین فرقوں میں سے ہیں۔ ان پر لازم تھا کہ وہ اپنے سے سابق فرقوں پر عموماً اور شیعہ عسکریہ پر خصوصاً امام غائب کا وجود ثابت کر کے اتمام حجت کر دیتے

ان بیچاروں کی بعد وفات امام حسن عسکری کے جو حالت تھی وہ ذیل کی روایت سے ظاہر ہو سکتی ہے
پس در ہماں سال (۲۶۰ھ) آنحضرت (حسن عسکری) وفات فرمودند۔ شیعہ و یاران وے متفرق گردیدند۔ پس پارہ ایشاں خود ساں را بہ جعفر منسوب کردند (جعفر برادر حسن عسکری) و پارہ بہ شک و ریب افتادند و پارہ دیگر در حیرت ماندند الخ بحار الانوار جلد ۱۳ مطبوعہ ایران ترجمہ فارسی صفحہ ۶۹

پس اسوقت بعض شیعوں کا رجوع بطرف جعفر اور بعض قائلین کا منکرین و متحیرین پر جو خود امام کے والد بزرگوار کے مخلص شیعوں میں سے تھے۔ اپنے امام غائب کے وجود مسعود کو ثابت کر سکتا امام کی وفات تو درکنار کیا کرسے امام کی ولادت کو ہی ظنی نہیں بنا دیتا؟ جب ولادت امام مظنون ہی تو حیات بوجہ اولیٰ مظنون ٹھہری۔

(۵) عام شیعہ تو درکنار خود آل ابو طالب کی ایک جماعت جو مدینہ میں رہتی تھی۔ امامؑ کی ولادت کی منکر ہے۔ چنانچہ ملا خلیل ایک حدیث کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:۔

جمعے کہ از آل مدینہ از آل ابو طالب قائل بودند بہ مذہب حق پس وظائف دادہ میشد بر ایشاں از سامرہ (مولد امام غائب نواح بغداد) و در موعد معین ہر سالے پس چوں رفت از دنیا امام حسن عسکری علیہ السلام برگشتند جمعے از ایشان از قائل شدن بفرزند یعنی برگشتند از مذہب امامیہ کہ زمانے خالی از امام معصوم نمے باشد بسبب قائل نہ شدن بوجود فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام پس وار دشد آں وظائف بر ہر کہ باقی ماند از ایشان بر مذہب حق بقائل شدن بفرزند و بریدہ شد از جماعت دیگر پس مذکور نمی شوند آں جماعت دیگر در مجالس شیعہ" دیکھو صافی شرح اصول کافی کتاب الحجۃ صفحہ ۳۰۸ ترجمہ حدیث ہفتم باب مولد صاحب الزمان جزو ۳ حصہ ۲ مطبوعہ لکھنؤ

اس جگہ یہ نکتہ قابلِ غور ہے کہ لوگوں کو امام غائب کی ولادت کا قائل و مقر بنانے میں سیم و زر کا بھی استعمال کیا جاتا تھا۔

(۶) پھر آل ابو طالب بجائے خود امام حسن عسکری کا بھائی جعفر بھی منکر ولادت ہے دیکھو رسالہ رجعت صفحہ ۲۹

(۷) منکرینِ ولادت کی تائید میں کئی اور قرائن بھی ہیں۔ مثلاً کتب معتبرہ شیعہ میں لکھا ہے

کہ امام غائب کی والدہ ماجدہ جن کا نام نرجس خاتون تھا۔ ایک قیصر روم کے فرزند یشوعا نام کی صاحبزادی تھیں۔ اور اُن کی والدہ کا سلسلہ شمعون وصی عیسیٰ علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے۔

اور جس عجیب و غریب طریق سے یہ شاہزادی امام غائب کے دادا بزرگوار تک پہنچی وہ بجائے خود بعید از فہم و قیاس ہے۔ بی بی شہر بانو دختر یزدجرد شاہ فارس کا حال اکثر کتب تاریخ میں موجود ہے۔ جو بوقت فتح فارس خلیفہ ثانی حضرت فاروق رضی اللہ کی خلافت میں مدینہ میں آئی تھیں لیکن تعجب ہے کہ جس قیصر روم کی نواسی۔ لونڈی غلاموں محافظوں سے آنکھ بچاکر اور شاہی محل کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہکر غلام فروشوں کی معرفت ایک امام عالیمقام کی خدمت میں آئی۔ اور جس کے بھاگوں میں امام غائب کی والدہ ماجدہ ہونا مقدر تھا۔ اس کے حالات سے سوائے راویان شیعہ کے کوئی واقف نہ ہوا۔ پس جب تک محققین شیعہ اس زمانہ کے ہمعصر قیاصرہ روم سے یشوعا کے باپ قیصر کا پتہ نہ بتائیں یا اس واقعہ کو تاریخ قیاصرہ روم یا تاریخ کلیسیا یا کسی ہمعصر مورخ اسلامی کی کتاب سے ثابت نہ کریں۔ بار ثبوت ولادت امام غائب ان کے ذمہ ہے۔

(۸) شیخ امیر رکن الدین اور ایک جماعت امامیہ کی نسبت مجالس المومنین سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی وجود امام سے انکاری تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

و بر تقدیر تسلیم میگوئیم انکار وجود محمد بن الحسن العسکری علیہ السلام منافی تشیع شیخ نیست۔ چہ بعضے از طوائف شیعہ حتیٰ جمعے از امامیہ قائل بہ دوازدہ امام کہ یکے از ایشاں محمد بن الحسن عسکری است نیستند۔ مجالس المومنین مجلس ششم مطبوعہ ایران صفحہ ۲۱۱

یاد رہے کہ امامیہ شیعہ سے مراد اثنا عشری ہوتے ہیں۔ اور بقول شوستری ایک جماعت منکر وجود امام غائب ہے۔

(۹) ولادت کے بعد جو حالات بیان کئے جاتے ہیں۔ جس سے بقائے امام کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے وہ بھی اطمینان بخش نہیں۔

مثلاً امام کو پانچ چھ برس کی عمر میں ہی یکایک غائب کیا جاتا ہے اور پھر ایک زمانہ کو غیبت صغریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو کم و بیش ستر برس تک رہی۔ اس عرصہ میں خوش اعتقادوں کو بہکا گیا۔ کہ امام خوف اعداء سے غائب ہیں۔ منجملہ ان کے سگے چچا جعفر سب سے

اوّل درجہ کے دشمن قرار دئے گئے۔ پھر یہ کہ اس عرصہ میں کئی ایک نائب مقرر تھے جو قائمقام امام غائب تھے یہ لوگ شیعوں سے نذر و نیاز۔ زکوٰۃ خمس وصول کرتے اور اہل حاجات و سائلین سے تحریری عرائض واقعات لیتے اور اُن کو امام غائب کی خدمت میں پیش کر کے جواب باصواب حاصل کرتے یہ جواب تحریری ہوتے تھے اور دستخط امام سے مزیّن۔ اصطلاح میں ان جوابات کو توقیع شریف کہا جاتا تھا۔ لیکن تاریخے تقریباً ستر برس تک تو یہ سفارت خانہ رہا۔ بعد کو ایک خاص توقیع بنفشہ کے مطابق ہمیشہ کے لئے بند کیا گیا۔ ملا باقر مجلسی نے ایک مستقل رسالہ ان توقیعات شریف کو جمع کر کے بھی لکھا ہے اور وہ آجکل مطبوعہ ہے شیعہ تاجران کتب سے ملسکتا ہے۔

بی بی نرجس خاتون کا حال اگر کسی مورخ کو درج کتاب کرنیکا خیال نہ رہا تو خیر۔ لیکن جو سفارتخانہ ستر برس تک چلا گیا۔ اور جو کئی ایک امام کے وکیل اور نائب اور سفیر کام کرتے رہے کیا تعجب نہیں کہ دوسری اسلامی دنیا اس سے بے خبر رہی ؟ خلفائے عباس کا یہ زمانہ ایک متمدّن زمانہ تھا جس کے عہد میں یعقوبی اور بلاذری وغیرہ جیسے بزرگ خاص درباری مورّخ تھے۔ انکی تاریخیں ان واقعات سے بالکل بیخبر ہیں۔ خیر اگر کہا جائے کہ وہ پھر بھی مخالف تھے انکو کسی مصلحت سے اس راز سے واقف کرنا مناسب نہ تھا تو میں کہتا ہوں کہ وہ بے شمار اصل توقیعات شریف کیا ہوئے جن پر امام کے دستخط موجود تھے جو کہ خاص شیعوں کے نام پر صادر ہوتے تھے پس غیبت صغریٰ کی تصدیق جب تک نہیں ہوسکتی کہ کوئی اصل توقیع شریف دستخطی امام غائب نہ دکھلایا جائے وہو محال۔

(۱۰) آنریبل سید امیر علی صاحب ممبر پریوی کونسل انگلستان بھی بقائے عمر امام غائب کے منکر ہیں حالانکہ ہمیشہ اپنی تمام تصانیف میں ائمہ اہلبیت کرام کا ذکر بکمال عزت و احترام کیا کرتے ہیں اگر روایات متعلقہ امام غائب میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو وہ یوں صریح انکار کرنے کی ملامت اپنے ذمہ نہ لیتے۔ دیکھو کتاب سپرٹ آف اسلام صفحہ ۵۰۷ در ذیل بیان دوازدہ امام اہلبیت کرام۔

(۱۱) غیبت کبریٰ کا ابتدا ۳۲۹ھ میں ہوا۔ آج جو ۱۳۲۳ھ ہے۔ امام غائب کو غائب ہوئے ہزار برس ہو چکے ہیں بلکہ کچھ زیادہ بھی۔

اس ہزار کے واقعات میں سینکڑوں نہیں تو بیسیوں ایسے ضرور ہیں جن سے بقائے امام ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ سابقہ شکوک کی تقویت ہوتی ہے۔

منجملہ ایسے واقعات کے ایک مختلف نا معلوم مستقر ہائے خلافت کا ہونا ہے جس کو اصطلاح شیعہ میں ناحیہ مقدسہ کہتے ہیں اور جو کہ ہونے کو تو اس ربع مسکون و معروف ممالک عالم میں ہیں لیکن آج ان کا سراغ کسی فاضل جغرافیہ دان یا سیاح سے پوچھا جائے تو مایوس ہونا پڑیگا۔ اور دوسرے نامعلوم اشخاص کا ذکر جن کو ادعائے رویت امام ہے بطور نمونہ دونوں امور کا ذکر یکے بعد دیگرے کیا جاتا ہے۔ مختصر تفصیل نواحیہ مقدسہ

(۱) حوالی مدینہ۔ کوہستان و صحرائے مدینہ کہ میان مسجد مدینہ و مسجد مکہ است شاید کہ مراد حوالی روایات است کہ محرم در وقت رسیدن بآنجا تلبیہ را بلند میگوید۔ و سی کس از غلامان خالص ہمہ وقت باو۔ اگر یکے از ایشاں از دنیا رود۔ دیگر قائم مقام میشود۔ صافی شرح کافی کتاب الحجۃ باب ہفتاد و نہم صفحہ ۷۰۰ و ۷۰۰

خطہ پاک حجاز کے چپہ چپہ سے لوگ واقف ہیں خصوصاً کوہستان و صحرائے مدینہ سے۔ اور روحا اس سے مراد ہو تو ہر سال احرام باندھنے والے وہاں جاکر صدائے لبیک بلند کرتے ہیں۔ بعض روایات سے پتہ ملتا ہے کہ امام غائب ہر سال حج کرنے بھی آتے ہیں۔ اور لوگ ان کو دیکھتے تو ہیں مگر شناخت نہیں کرتے۔ و در غیبت کبریٰ نیز در موسمہا حاضر میشود و بر جائے کہ ہمہ کس او را می بینند اما نمی شناسند صفحہ ۷۰۰ صافی باب ۷۹ باب فی الغیبۃ

اور وہ اکیلے بھی نہیں ہوتے تیس آدمی مخلص جان نثار بطور باڈی گارڈ ہمراہ ہوتے ہیں۔ اور بقول اردبیلی ان کے ساتھ نوکر چاکر گھوڑے اونٹ بھی ہوتے ہیں مگر کسقدر تعجب ہے کہ کوئی شخص ایسا پیش نہیں کیا جاسکتا جو یہ کہے کہ میں نے امام کو دیکھا ہے۔

(۲) جزیرہ خضرا۔ مذکور است کہ جزیرہ اخضر و بحر ابیض جزیرہ ایست در سرزمین ولایت بربر میان دریائے اندلس کہ آنحضرت (امام غائب) و اولاد اصحاب او در آنجا میباشند و معمور و آبادان است و ساحل آن دیار موضع است بشکل جزیرہ کہ اندلسیان آنرا جزیرہ رفضہ میگویند و ساکنان آن ساحل ہمگی شیعہ امامیہ اند و ما یحتاج ایشان را

از راہ جزیرۂ اخضر کہ مقام آنحضرت است در سالے دو بار وکیل ناحیہ بہ کشتی ہا از راہ بحر ابیض

کہ محیط بآں ناحیہ متعدد است مے آورد و بر اہل آں جزیرہ قسمت کردہ مراجعت می نمایند۔

مجالس المومنین صفحہ ۴۴ نجم ثاقب صفحہ ۲۰۸ و ۲۱۷ رسالہ جزیرہ خضراء و بحر ابیض مجلسی

مطبوعہ لکھنؤ

ولایت بربر۔ اندلس بحر ابیض متعارف نام ہیں لیکن جزیرہ خضراء یا جزیرہ بیضہ کا خدا

جانے کس کتاب جغرافیہ یا تاریخ میں ذکر ہے جہاں ہزار برس سے امام معہ اولاد و اصحاب آباد

اور جہاں ہر سال دو دفعہ غلّہ و غیرہ کے جہاز معرفت وکیل ناحیہ مقدسہ کے بھیجے جاتے ہیں

مگر نئی پرانی دنیا کا کوئی سیاح جہاز ران ان حالات سے واقف نہیں

(۳) شعاب ذی طوی۔ یکون لصاحب ھذا الامر غیبۃ فی بعض ھذہ الشعاب

وا ومی بیدہ الی ناحیۃ ذی طوی رسالہ المحجۃ فیما نزل فی القائم الحجۃ مشمولہ کتاب

غایۃ المرام در ذیل آیت الثالث والستون صفحہ ۷۴۵۔ ذو طوی موضع بمکۃ داخل الحرم

کتاب مجمع البحرین زیر لفظ طوا۔ ایسے مشہور و معروف مقام میں جیسے کہ احاطہ حرم مکہ ہے

کس طرح ہزاروں لاکھوں حجاج پر ابتک امام غائب کے غائب ہی ہیں

(۴) شہر جابلسا و جابلقا۔ در طرف مشرق و مغرب دو شہر عظیم است کہ یکے را جابلسا

گویند و دیگر را جابلقا بلکہ شہر ہائے متعددہ و ایں کہ اہل آں شہر ہا از انصار قائم علیہم السلام

(امام غائب) اند و بآں جناب خروج میکنند و بر اصحاب سلاح سبقت جویند و پیوستہ

از خدا تعالےٰ مسئلت نمایند کہ ایشاں را از انصار دین خود قرار دہد و اینکہ ائمہ علیہم السلام

در اوقات معینہ نزد ایشاں می رفتند و معالم دین بآنہا می آموختند الخ نجم ثاقب ص ۲۲

متمدن دنیا آجتک ان دونوں شہروں سے ناواقف ہے کوئی پوچھے بھلا امام تو غائب ہیں۔

کسی مصلحت کی وجہ سے لیکن وہ شہر کیوں اہل عالم سے مخفی ہیں۔ کیا مکاں کی عدم موجودگی سے

مکیں کی عدم موجودگی پہ استدلال نہیں کرسکتے ؟

دوم۔ دربارہ رویت امام معلوم ہو کہ مدعیان رویت سینکڑوں بیان کیئے گئے ہیں

لیکن سوال یہ ہی کہ انکو تسلی بخش کس طرح قرار دیا جائے منجملہ مدعیانِ رویت ایک شخص ابی حیا

قائم المہندی ہیں ان کی زبانی روایت ہے کہ ہم کشمیر میں رہتے تھے اور میرے ساتھ کے اور چالیس آدمی تھے جو بادشاہ کے دائیں ہاتھ کرسیوں پر بیٹھتے تھے وہ سب کے سب چاروں کتابوں توریت۔ انجیل زبور اور صحف ابراہیم کی قرأت کرتے تھے۔ عام لوگوں کو ہم دین کی تعلیم دیتے۔ اور اُن کے حلال و حرام میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ ایکدن محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر آیا ہمنے کہا انکی بابت تو ہماری کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔ پس ہم سب نے اتفاق رائے کیا اس امر پر کہ اس نبی صلعم کی تلاش کرنی چاہیئے الی آخرہ کتاب اکمال الدین صفحہ ۱۴۴۔ اصول کافی صفحہ ۲۳۴ باب مولد صاحب الزمان کتاب الحجۃ۔ بڑے خدا اس قصہ کے لفظ لفظ پر غور کریں اور پھر بتائیں کہ آیا عقل سلیم اسکو امر واقعہ خیال کر سکتی ہے اول تو ابی سعید غانم کسی ہندی کا نام نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ کشمیر کا کونسا بادشاہ ایسا تھا جس کے درباری توریت و انجیل پڑھا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ الی آخرہ

(۱۲) اس نمبر میں چند ایسے واقعات کا ذکر کیا جائیگا۔ جس سے ثابت ہو سکے کہ امام غائب ایک عرصہ سے اپنا فرض منصبی ادا کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔

منجملہ فرائض منصبی امام قائم آل محمد دشمنان اہلبیت کرام سے انتقام لینا ہے پہلے دشمن اسی خاندان کے بنی امیہ ہیں۔ اور دوسرے بنی عباس چنانچہ دونوں خاندانوں کی تباہی کا قائم آل محمد کے ہاتھ سے ہونا کتب شیعہ میں موجود ہے۔

(۱) تفسیر علی بن ابراہیم قمی میں زیر آیت سئل سائل بعذاب واقع کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ایک آگ مغرب سے نکلے گی اور اسکو فرشتے پیچھے سے ہانکینگے یہاں تک کہ بنی سعد بن ہمام کے گھر کے پاس پہنچ جائے گی اور کسی بنی امیہ کے گھر کو بغیر جلائے نہ چھوڑے گی۔ نہ گھر کے رہنے والوں کو اور نہ اس گھر کو چھوڑے گی جس میں آل محمد کا حق ہوگا۔ مگر اسکو جلا دیگی اور یہی مہدی علیہ السلام ہونگے۔ فلا تدع دارا لبنی امیۃ الا احرقتھا و اھلھا ۔۔۔۔ و ذلک المہدی علیہ السلام دیکھو تفسیر مذکور بابت سورہ معارج مطبوعہ ایران

محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں جو کہ علی بن ابراہیم کے شاگردوں میں سے تھے۔ قال اذا قام القائم علیہ السلام و بعث الی بنی امیہ بالشام ھربوا الی الروم دیکھو فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۹۶۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ بنی امیہ کی سلطنت کو پامال ہوئے

صدیاں گزر چکی ہیں اور موجودہ سلاطین روئے زمین میں کوئی بنی امیہ سے نہیں خصوصاً ملک روم کا بادشاہ اس سے ہی صاف ثابت ہو گیا کہ قائم آل محمدؐ فی حیات میں نہیں ہیں۔

(۳) محقق ابن بابویہ نے ایک حدیث لکھی ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ قتل زکیہ اور قائم آل محمد کے خروج کے درمیان صرف ۱۵ رات کا وقفہ ہوگا لیس بین قائم آل محمد و بین قتل النزکیۃ الا خمس عشر لیلۃ کتاب اکمال الدین باب ۶۱ ذکر علامات خروج القائم

سو واضح ہو کہ ایک نفس زکیہ امام حسن بن علیؑ کے پڑپوتے تھے بڑے عابد و زاہد تھے۔ ان کے معاصر انکو مہدی کہتے تھے منصور عباس کے خلاف خروج کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تفصیل کے لئے دیکھو مجالس المومنین مجلس ہشتم صفحہ ۳۶۳

تفسیر عیاشی کے حوالہ سے ایک روایت ہے کہ ایک راوی نے امام جعفر صادق کی خدمت میں خلفائے عباس کے بارہ میں ذکر کیا کہ صالح اور عیسیٰ بن علی کا مکان عالیشان تیار ہو گیا ہے۔ تو ایک مخلص نے کہا کہ یا تو خدا ان کو مسمار کرے یا ہم کو زور بخشے کہ ہم کردیں۔ فقال لہ عبداللہؑ لا تقل ھکذا بل یکون مساکن القائم واصحابہ اما سمعت اللہ یقول وسکنتم فی مساکن الذی ظلموا انفسھم دیکھو رسالۃ الحجۃ مشمولہ کتاب غایت المرام ذیل آیت نمبر الرابع والثلثون قولہ تعالیٰ وسکنتم فی مساکن الذین ظلموا صفحہ ۷۳۶

تفسیر صافی میں ہے کذلک بنو امیۃ وبنو العباس لما ان وقفوا علی ان زوال ملک الامراء والجبابرۃ منھم علی یدی القائم ناصبونا العداوۃ ووضعوا سیوفھم فی قتل اھلبیت رسول اللہ وابادۃ نسلہ طمعاً منھم فی الوصول الی قتل القائم تفسیر صافی سورہ توبہ بعد از نصف زیر آیت یریدون ان یطفئوا نور اللہ

ان روایات کی بنا پر ضروری تھا کہ بنی امیہ اور بنی عباس کی تباہی حضرت قائم آل محمد کے ہاتھ پر ہو۔ اور ان کے مساکن میں امام اور آپ کے اصحاب سکونت پذیر ہوں۔ اب جبکہ بنی عباس بھی بنی امیہ کی طرح تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور دولت عباسیہ کی کوئی شاخ بلاد اسلامیہ میں حکمران نہیں ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ ضرور قائم آل محمد کے ہاتھوں سے تباہ ہو چکے ہیں اگر نہیں ہوئے تو آئمہ کی احادیث کی تکذیب لازم آئے گی۔ دوسرا ثابت کرنا ہوگا

کہ فلاں ملک میں بنی امیہ کی طرح بنی عباس ظالمین آل محمد حکمران ابھی باقی ہیں جنکو امام غائب بھی وقت ظہور فنا از تباہ و پامال کرینگے۔

(۳) منجملہ علامات ظہور امام غائب صدائے آسمانی و سفیانی بھی ہیں دیکھو رسالہ رجعت مجلسی صفحہ ۴۸

(۱) کلینی نے لکھا ہے کہ ینادی مناد الا ان فلان ابن فلان وشیعتہ ھم الفائزون اول النہار وینادی آخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ھم الفائزون الخ فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۹۹ - یعنی منادی کرنے والے کی ندا آئے گی صبح کے وقت کہ فلاں ابن فلاں اور اسکے شیعہ کامیاب ہیں اور شام کو آواز آئے گی کہ دیکھو عثمان اور اسکے شیعہ کامیاب لیکن یہ حدیث مجمل سی ہے اسکی تشریح کے لئے حدیث ذیل کا مطالعہ کرو۔

(۲) فیرجع من اھل الارض اذا سمعوا الصوت من السماء الا ان الحق فی علی بن ابی طالب وشیعتہ قال فاذا کان الغد صعد ابلیس فی الھوا حتی یتواری من اھل الارض ثم ینادی الا ان الحق فی عثمان بن عفان فانہ قتل مظلوما فاطلبوا بدمہ قال فیثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت علی الحق وھو النداء الاول ویرتاب یومئذ الذین فی قلوبہم مرض والمرض واللہ عداوتنا الخ آیت غیب الامام والتسعون قوارات یروا آیتہ یعرضوا رسالہ النجمتہ فیما نزل فی القائم الحجۃ ط۵ اس سے صاف ظاہر کہ ظہور قائم بوقت بنی امیہ معہود تھا۔ اب سفیان کی بابت سنیئے۔

سو تاریخدان اصحاب پر مخفی نہ ہوگا کہ یہ ظہور بھی خلفائے عباس کے زمانہ میں ہو چکا ہے۔

مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں ھو علی بن عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ .... کانت امہ نفیسۃ بنت عبد اللہ بن العباس (عباس علمدار) بن علی بن ابی طالب وکان یقول انا ابن شیخی صفین یعنی علیا ومعاویۃ وکان من بقایا بنی امیۃ بالشام وکان من اھل العلم والروایۃ فادعی لنفسہ بالخلافۃ آخر سنہ خمس وتسعین واعانہ الخطاب بن وجہ العلس مولی بنی امیہ الخ تاریخ ابن خلدون جزو ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵

اس عبارت میں وکان من بقایا بنی امیہ بالشام خاص قابل غور ہے یہ تو تاریخی سفیانی

ہے لیکن ایک اور روایتی سفیانی بھی ہے سو خدا کا شکر ہے کہ اس کا سن ظہور بھی حسب روایات معتبرہ شیعہ ہو چکا ہے دیکھو روایات ذیل واقعات

(٤) محقق ابن بابویہ لکھتے ہیں کہ حدیث نبوی میں واقعات سنہ ٧٠٠ھ میں آیا ہے کہ فی سبعمائۃ قنطاریۃ وھی عم علی کل قنطاریۃ صلیب تحت کل صلیب الف فارس افرنجی ونصرانی وھذہ قصۃ عظیمۃ طویلۃ وفی زمانہ یخرج الیہ رجل من مکۃ یقال لہ سفیان بن حرب وفی خبر آخر من وقت خروجہ الی ظہور قائم آل محمد صلوٰۃ اللہ الیہ ثمان اشہر لا یکون زیادۃ یوم ولا نقصان جامع الاخبار مطبوعہ ایران فصل ١٠٢ یعنی سنہ ٧٠٠ میں قنطاریہ کا ظہور ہوگا۔ اور اس کے زمانہ میں ایک شخص مکہ سے نکلیگا جس کو سفیان بن حرب کہینگے اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اسکے خروج کے وقت سے ظہور قائم آل محمد تک آٹھ ماہ ہونگے اور اس سے ایک دن نہ زیادہ ہوگا نہ کم

آٹھ ماہ کی بجائے ایک سال ہی فرض کیا جائے تو سنہ ١٧٠١ھ ہوتا ہے اور اسوقت ظہور امام غائب مقدر تھا۔ اور اب تو سنہ ١٣٣٣ھ بھی شروع ہو گیا ہے۔ کیا اس سے بوجہ اولیٰ وفات امام غائب مستنبط نہیں ہوتی؟

(١٣) اب ایک اور طریق سے وفات امام غائب پر توجہ دلاتا ہوں یہ طریق مشتمل ہے بعض معتقدات شیعہ پر۔

اول عقیدہ رجعت ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت رسول کریم اور جناب علی اور امام حسین اور دوسرے امام اور پیغمبر و اوصیائے انبیائے سابقین دوبارہ زندہ ہو کر دنیا میں آئینگے اور اسی طرح دشمنان و قاتلان آل محمد بھی اور امام غائب کے لشکر میں داخل ہو کر معرکہ کربلا و صفین کو از سر نو تازہ کرینگے بڑے گھمسان کے رن پڑینگے اسی زمانہ رجعت میں امام غائب کا ظہور بھی مقرر ہے رسالہ رجعت صفحہ ٥٩ بلکہ آپ کے اسمائے گرامی میں سے ایک صاحب الرجعۃ بھی ہے نجم ثاقب ص ٢٨ اور رجعت بغیر ایک دفعہ مرنیکے ناممکن ہے۔ نیز اگر رجعت کے عقیدہ کا ابطال از روئے قرآن کیا جائے تو وہ مستلزم ہوگا عدم ظہور امام غائب ؎ عدم حیات کو علیٰ ہذا القیاس۔

اور پھر لکھا ہے کہ سب سے پہلے رجعت امام حسین کی ہوگی اور وہی امام غائب کی تجہیز و تکفین

؎ کو اور عدم ظہور امام غائب

کرینگے کیونکہ امام کی تجہیز و تکفین بجز امام کے نہیں ہوتی دیکھو حق الیقین مجلسی بیان رجعت صفحہ ۱۴۷

سو پہلے قرآن سے عقیدہ رجعت کو ثابت کرنا چاہیئے لیکن اگر وہ ثابت بھی ہو جائے پھر بھی حیات وبقائے امام غائب الی الآن پر دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ جب امام کے سب لشکر اور معاون مرکر زندہ ہونگے اور انکی وفات اولیٰ انکی رجعت کی مانع نہیں ہے تو امام غائب کی رجعت بھی بعد از وفات ظہور کے لئے مانع نہ ہو گی۔ پس بہر صورت اس عقیدہ رجعت سے بھی وفات امام غائب نکل سکتی ہے۔

اسجگہ یہ بھی معلوم رہے کہ عقیدہ رجعت ہرگز عقائد شریعت اسلام میں سے نہیں ہے بلکہ اسکا بانی مبانی عبداللہ بن سبا ہوا ہے دیکھو ناسخ التواریخ جلد دوم کتاب دوم مطبوعہ ایران صفحہ ۵۲۴ زیر عنوان ذکر پدید آمدن مذہب رجعت در سال سی و پنج ہجری اور بعض اسلاف شیعہ بھی اس عقیدہ سے منکر تھے۔ علامہ مجلسی لکھتے ہیں جمعے از شیعیان شما ہستند کہ قائل نیستند کہ شما و دشمنان شما در آں روز زندہ خواہید شد دیکھو حق الیقین صفحہ ۱۴۷ در بیان واقعات رجعت مطبوعہ ایران

دوم ۔ کتب شیعہ میں ایک نہایت معتبر و متواتر حدیث ہے عن النبی اذ قال کلما فی الامم السالفة یکون فی هٰذه الامة مثله حذو النعل بالنعل والقذة بالقذة جس کا ماحصل یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ نے کہ ضرور ہے کہ جو کچھ سابقہ امتوں میں ہو چکا ہے بعینہ اس امت میں بھی ہو کر رہیگا دیکھو اکمال الدین صفحہ ۲۹۳

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر امم سالفہ میں کونسا امام بلکہ پیغمبر ہی ایسا ہو گزرا ہے جس کے حالات مطابق ہوں بحالات امام غائب؟ مثلاً غیبت صغریٰ و غیبت کبریٰ وغیرہ جبتک ایسی کوئی نظیر سابقہ امتوں میں نہ ملے امام غائب کی ولادت سے لیکر تا ظہور بزمانہ رجعت تک سب حالات قابل تسلیم نہ ہونگے۔

کسی خاص شخص کو تو شیعہ پیش نہیں کر سکے جو مطابق مفاد حدیث طابق النعل بالنعل من کل الوجوہ امام غائب کا نظیر ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ مختلف حالات کو مختلف اشخاص سے مشابہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً طول العمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو وقد روی فی الخبر الذی اسندته فی هٰذا الکتاب ان فی القائم سنة من نوح ع

اکمال الدین صفحہ ۲۹۳

اسمیں شک نہیں کہ حضرت نوح کی عمر قرآن مجید کی ظاہر آیت سے ۹۵۰ ثابت ہی لیکن امام غائب کی عمر تو اسوقت ۱۰۷۸ برس ہو چکی ہی مشابہت طابق النعل بالنعل کیسے ہوئی۔

پھر نوح کی نسبت تو قرآن شاہد ہے امام غائب کی عمر کا کون شاہد ہے نوح کی نسبت قرآن میں لکھا ہے ولقد ارسلنا نوحاً الیٰ قومہ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین یعنی وہ ۵۰ کم ہزار برس اپنی قوم کے درمیان رہے اور دوسری جگہ نوح علیہ السلام سے حکایتاً آیا ہے ودعوت قومی لیلاً و نھاراً یعنے رات دن اپنی قوم کو دعوت کی لیکن امام غائب نہ توم واقف ہی نہ وہ خود اپنی قوم میں اقامت رکھتے ہیں نہ دعوت فرماتے ہیں وغیرہ وغیرہ غرض ثابت ہوا کہ اسوقت نوح کی نسبت امام غائب کے حالات پر کسی طرح منطبق نہیں فہو المراد

پھر اصول کافی میں ایک حدیث امام محمد باقر سے مروی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو اوصیاء کرام ہیں وہ مطابق ہیں اور مشابہ ہیں اوصیائے عیسےٰ علیہ السلام کے اور حضرت علی علیہ السلام مسیح کی سنت پر ہیں۔ حدیث مشابہت نوح جس کا اشارہ ابن بابویہ نے کیا ہے خدا جانے اسکی اصل کہاں تک درست ہے لیکن جو حدیث مشابہت اوصیائے عیسےٰ ہے وہ نہایت صاف و واضح ہی والاوصیاء الذین من بعد محمد علیٰ سنۃ اوصیاء عیسےٰ وکانوا اثنی عشر وکان امیر المومنین عمل سنۃ المسیح اصول کافی کتاب الحجۃ باب ماجاء فی الاثنی عشر صفحہ ۳۴۷ نظر براین اصل محکم امام غائب کا مثیل پیغمبران ازمنہ قدیم مثل نوح و الیاس خضر وغیرہم میں ہی منتخب کرنا بیسود ہے بلکہ قریب زمانہ گذشتہ میں اوصیائے عیسےٰ (حواریین) میں سے تلاش کرنا چاہیئے۔ لیکن امید نہیں کہ اسمیں بھی کامیابی ہو۔ پس جب زمانہ سلف قدیم و قریب میں امام غائب کی کوئی مثال ہی نہیں تو ثابت ہوا کہ امام غائب کے حالات ہی غلط ہیں۔

(۱۳) امام غائب کی غیبت کی جو وجوہات کتب شیعہ میں موجود ہیں۔ ان پر غور کرنے سے بھی پتہ لگتا ہے کہ اب سے بہت زمانہ پہلے وہ وجوہات مفقود ہو چکی ہیں مثلاً

(۱) لکھا ہی کہ بنی امیہ اور بنی عباس کو چونکہ علم تھا کہ ہماری ہلاکت قائم آل محمد کے ہاتھ پر ہوگی لہذا وہ عموماً قتل اہلبیت رسول میں سرگرم رہتے تھے اس آرزو کے برآنے کے لئے کہ قائم کو

بھی قتل کردیں اسکا ثبوت بحوالہ تفسیر صافی اوپر عرض کرچکا ہوں - اب اسوقت کہ بنی امیہ وبنی عباس کی سلطنت کا نام دنیا میں باقی نہیں امام غائب کا بدستور خائف ومستور رہنا صریحًا غیر ضروری ہی اس سے نتیجہ نکلا کہ امام کسی جگہ بھی خائف ومستو نہیں ہیں کیونکہ وجہ خوف عرصہ سے مرتفع ہوچکی ہے اگر مستور ومخفی کہیں ہوتے تو ضرور ظہور فرماتے - جب ظہور نہیں فرماتے تو ضرور ہی کہ وہ فوت ہوچکے ہیں -

(۲) لکھا ہے کہ آپکے چچا جعفر نے معتمد عباسی کے پاس جاکر شکایت کی تھی کہ لوگ ہزاروں اشرفیاں اور اموال وہدایا میرے بھائی امام حسن عسکری کے واسطے لاتے ہیں چونکہ وہ فوت ہوگئے ہیں انکا مستحق میں ہوں - لیکن ایک خورد سالہ بچہ کچھ اتے پتے بتلاکر اس مال وزر کو لوگوں سے بٹور لیتا ہی اس پر معتمد نے اپنے خدمتگار روانہ کئے انہوں نے لڑکا نہ پایا - آخر امام حسن عسکری کی کنیز صیقل (یانرجس خاتون مادر امام غائب) کو پکڑ لیا کہ اپنا لڑکا ہمکو دکھلا - انہوں نے رفع شک کے واسطے کہدیا کہ ابھی تو مجھکو حمل ہے امام حسن عسکری سے اسلئے صیقل کو ابن ابی الشوارب قاضی کے سپرد کیا گیا کہ جب لڑکا پیدا ہو تو قتل کردیں - ناگاہ عبداللہ بن یحییٰ وزیر مر دو صاحب الزنج نے بصرہ میں خروج کیا - مخالفین کو اپنی پڑ گئی - پس وہ کنیز چپکے سے قاضی کے گھر سے اپنے گھر میں چلی آئی - رسالہ رجعت مجلسی صفحہ ۲۶ - اور نجم ثاقب میں ہی کہ نرجس بانو در آں وقت در حیات نہ بود - ماریہ نام کنیز کے رابہ دند - کہ کودکے نشاں دہد ماریہ انکار نمود کہ ہیچ کودکے دریں خانہ نیست - نجم ثاقب صفحہ ۱۴۰

اسی طرح اصول کافی میں لکھا ہے کہ جعفر نے امام حسن عسکری مرحوم کے جو لونڈی غلام فروخت کرڈالے - انمیں سے ایک ترکی لڑکی اولاد حضرت جعفر طیار سے تھی جس کی پرورش امام مرحوم نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی - امام غائب صاحب کے وکلاء اس سودے سے جو مطلع ہوئے تو ۱۴ دینار بھیجکر خریدار سے لڑکی کو لے لیا اور اولاد جعفر سے جو ولی تھا اسکے حوالے کردی - اصول کافی کتاب الحجۃ باب مولد صاحب الزمان صفحہ ۳۲۰

ان روایات سے ظاہر ہوا - کہ آپکا دشمن آپکا سگا چچا جعفر تھا - اور شائد ایسے ہی واقعات کی تصدیق کے لئے وہ مشہور حدیث ہے جس کا ایک جملہ یہ ہے وقد امسیلبنا وما اعدی لنا من ذوی قرابتنا - مجمع البحرین زیر لفظ جعفر صفحہ ۲۴۲

اگر امام غائب اپنے ایسے چچے کی وجہ سے کچھ وقت کے لئے غائب ہوئے ہوں تو بے شک وہ حق بجانب تھے لیکن کیا آپ کے ساتھ آپکا چچا بھی زندہ رہا ہے جس کی وجہ سے وہ ابتک غائب و ترساں رہے اور ہیں ؟ اس انتہا درجہ کے جبن کو ایک امام ع کی طرف منسوب کرنا ہرگز مناسب نہیں۔

(۳) امام غائب کے چچا کی شکایات سُن سُن کر خلیفہ وقت اور اسکے وزراء کو بھی امام غائب کے خوف تے جو انکی دولت کو ملیا میٹ کرنے والے تھے یا مال و دولت کے لالچ نے جو امام کے نام سے امام کے وکلاء بیچارے سادہ لوح شیعوں سے وصول کرتے رہتے تھے رفتہ رفتہ اس بات پر آمادہ کر دیا کہ کوئی ایسی صورت ہو جس سے زیادہ شور و فساد بھی نہ ہونے پائے اور مال و دولت دینے والوں اور وکلاء اور امام کی آمد و رفت و نقل و حرکت سے بھی ہم ناواقف نہ رہیں۔ اس تحقیق حال کے لئے حسب معمول جاسوس چھوڑے گئے۔ لیکن امام غائب فوراً اس تجویز پر واقف ہو گئے اور انھوں نے حکم صادر فرمایا کہ آئندہ کوئی وکیل کسی رعیت سے مال نہ لے اگر پکڑا جائے تو تجاہل عارفانہ کرے صافی شرح اصول کافی باب مولد صاحب الزمان شارح کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ مخفی نہ ماند کہ ایں قضیہ باعث سخت گیری خلیفہ و غیبت کبری باشد یعنے خلیفہ وقت کو اس سے اور بھی غصہ آیا اور اسکی سخت گیری اور امام کی غیبت کبریٰ کا موجب یہی امر ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اب بھی امام غائب کے خاص وکلاء شیعوں سے مال و دولت وصول کیا کرتے ہیں اور کیا اب بھی خلیفہ معتمد عباسی اور اسکے جاسوس اُنکے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے غیبت کو بدستور لازم گردانا ہوا ہے کیا ان واقعات کو صدیاں نہیں گزر گئیں ؟

(۴) پھر غیبت کی وجہ یہ ظاہر کی گئی ہے کہ ہر ایک امام کے گلے میں کسی نہ کسی ظالم جابر کی بیعت کا جوا ہوتا رہا ہے۔ امام غائب اسلئے غائب ہیں کہ خروج کریں تو انکو کسی جابر طاغی کی بیعت نہ کرنی پڑے۔ ابن بابویہ نے غیبت کی علّت اسی امر کو قرار دیا ہے چنانچہ مختلف روایات کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

(۱) تعمی ولادته علی هذا الخلق لئلا یکون لاحد فی عنقه بیعة اذا خرج۔

(۲) یبعث القائم ولیس فی عنقہ بیعۃ لاحد

(۳) لئلا یکون فی عنقہ لاحد بیعۃ اذا قام بالسیف ۔ اکمال الدین باب علۃ الغیبۃ صہ ۲۶۵

ائمہ اہلبیت کرام کے مخالفین تو وہی بنی امیہ تھے یا بنی عباس باقی مسلمانوں میں سوائے مقدار قلیل خوارج کے شیعہ ہوں یا سنی کوئی بھی دشمن نہیں ہے ۔ ان دونوں خاندانوں کو برباد ہوئے جو سینکڑوں برس ہو چکے بلکہ بلاد اسلامیہ میں جو کئی شیعہ خاندان وارث تخت و تاج ہوئے ان سے بھی امام ناواقف نہ تھے ۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور اپنے مخلصین با تمکین کو دولت دیدار سے مالا مال فرماتے والا فلا

(۵) پھر علت غیبۃ یہ قرار دی ہے کہ امام کو اپنی جان کا خوف ہے ائمہ سابقین اہلبیت علیہم السلام اور دکائے امام غائب سے اس وجہ کو ظاہر کرنے والی جو روایات ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں

(۱) عن الصادقؑ یقول ان للقائم غیبۃ قبل ان یقوم قلت ولم ذٰلک جعلت فداک قال یخاف واشار بیدہ الی بطنہ وعنقہ ۔ اکمال الدین صہ ۱۹۰

(۲) فی تفسیر قولہ تعالیٰ لترکبن طبقا عن طبق سنن من کان قبلکم ۔ لابد للقائم من غیبۃ قلت ولم قال یخاف علی نفسہ واومی بیدہ علی بطنہ

(۳) ایک وکیل امام سے راوی سے پوچھا کہ کبھی سچ بتاؤ تم نے بھی امام کو دیکھا ۔ تو اس نے کہا نعم ولہ رقبۃ مثل ذی واشار بیدہ الی عنقہ

حالانکہ ائمہ اہلبیت کی فضیلت میں آیا ہے کہ وہ کسی کے مارنے سے مرتے ہی نہیں بلکہ جب چاہیں مرتے ہیں وانہم لا یموتون الا باختیارھم اصول کافی کتاب الحجہ صفحہ ۱۵۸ باب ایضاً

پس یا تو وہ علت غلط ہوگی یا یہ حدیث ۔ بصورت اول ایسا خائف شخص کس طرح امام زمان کے معزز لقب سے ملقب ہو سکتا ہے کیا انبیائے سابقین میں سے بعد عطیہ فرض رسالت کوئی ایسا نبی یا امام مفترض الطاعۃ ہوا ہے ۔ بصورت دوم ممکن ہے کہ کسی وقت اپنی حال زار سے تنگ آکر انہوں نے ایسی مخفی در مخفی اور تنہائی کی زندگی سے موت کو ہی ترجیح دے دی ہو قطع نظر ان باتوں کے موجودہ وقت میں ثابت کرنا چاہیئے کہ ایسا شدید خوف کس شخص یا کس قوم یا اہل ملک کی طرف سے امام پر طاری ہے کہ وہ چار و ناچار غائب ہیں بظاہر حالات کوئی خوف غالب نہیں ۔ پس جب شرط غیبت عرصہ سے اٹھ گئی ہے تو مشروط بھی اس کے ضرور فارغ البال ہو چکا ہے

(۶) پھر غیبت کی وجہ آیات افضل سے علاوہ خوف اعداء عدم نصرت رعیت بھی قرار دی ہے اور عدم نصرت کو بمنزلہ عدم اطاعت کے ٹھہرایا ہے ایسی صورت میں اسکا خیال ہے کہ امام غائب ہی رہیں تو بہتر دیکھو سرمایہ ایمان لاہجی صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ بمبئی

لیکن افسوس ہے کہ یہ وجہ بھی مثل دیگر وجوہ کے بودی ہے کیا کوئی واقفکار مسلمان کہہ سکتا ہے کہ شیعوں کو اپنے امام سے اس حد تک سرد مہری ہے کہ وہ ظہور کریں تو وہ انکی نصرت جان و مال سے نہ کریں۔ ہرگز نہیں اور کیا اس خیالی عدم نصرت کے الزام سے انکو عدم اطاعت کا مجرم ٹھہرانا قرین انصاف ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور کیا وہ اس ہزار گیارہ سو برس میں کسی وقت ظہور فرمانا چاہتے تو وہ رعایا کے محتاج تھے؟ ہرگز نہیں۔ اُن کے پاس تو عصائے موسیٰ۔ انگشتر سلیمان۔ اسم اعظم جیسی چیزیں ہیں۔ اور جنکی نصرت میں حسب اعتقاد شیعہ ملائکہ اور جن اور باشندگان جابلسا و جابلقا ہیں۔ کیا ایسے ساز و سامان کے ہوتے ہوئے ہند و پنجاب یا ایران کے شیعوں کی نصرت کا کوئی منتظر رہتا ہے؟ ہرگز نہیں پس یہ علت بھی غلط اور گویا خلاف واقعہ ثابت ہوگئی فہو المراد

(۷) جب دیکھا گیا کہ واقعات سے امام کے وجود کو ثابت کرنا مشکل ہے تو ایسی تاویلات کی طرف رجوع کیا گیا جن سے ہر زمانہ میں ظہور امام کے اعتقادات سے کئی فائدہ حاصل کیا جائے یا جن سے کہ سائل کسی وقت بھی مجبور نہ کر سکے۔

اوّل مثلاً بنی امیہ اور بنی عباس کی سلطنت کو برباد کرنے کے لئے اس اعتقاد سے خوب فائدہ اٹھایا گیا امام ظاہر ہوئے نہ ہوئے مگر ہواخواہانِ تشیع کی مرادیں پوری ہوگئیں۔

دوم۔ امام کے [illegible] میں ہی ایک نام فرج تجویز کر دیا یعنی خوشحالی۔ جسکا مطلب یہ کہ جب شیعوں کے اچھے دن آئیں سمجھا جائیگا کہ امام زمان کے دم قدم سے یہ دن نصیب ہوئے اور جب مصیبت کے دن ہوں تو [illegible] منتظر رہیں [illegible] شیعوں [illegible] ہے۔ و فرج یکے از اسمائے صاحب الامر است مجالس المومنین مجلس اول [illegible]

سوم۔ دینی فوائد تو اسوقت بھی حاصل ہوتے ہیں۔ خواہ آپ امام غائب ہی مانے گئے تھے لیکن ہواخواہانِ تشیع نے گذشتہ مظالم کے انتقام لینے اور ساتھ ہی شیعوں کو دنیوی ترقی اور سلطنت کا امیدوار بنانے کے لئے ایسے عقائد بنالئے جیسے غیبت کبریٰ امام۔ ملا باقر مجلسی

لکھتے ہیں "معنے رجعت آنست کہ پادشاہی بما گردد و مہدی ما پادشاہ شود" رسالہ رجعت صفحہ ۱۴۱- قدیم شیعوں کو دنیاوی ثروت کی بڑی آرزو رہتی تھی یہانتک کہ ضرب المثل ہوگئی الشیعة تربي بالاماني - دیکھو توضیح المقال صفحہ ۴۶ مطبوعہ ایران

چہارم - شیخ معتمد حسن بن سلیمان نے منتخب البصائر میں روایت کی ہے جس میں امام صادق فرماتے ہیں کہ جقدر آیات خدا نے قیام ساعت کے لیے قرآن میں فرمائی ہیں وہ سب کی سب امام قائم کے قیام کے بارے میں نازل ہوئی ہیں دیکھو رسالہ رجعت حدیث ہشتم صفحہ ۲۹- یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب امام قائم سب آیات متعلقہ قیامت کا مصداق ہے تو جو آیات حسب اعتقاد شیعہ اثبات رجعت کے لئے ہیں ان کا مصداق کون ہوگا ؏

ترا اک وعدۂ دیدار اور وہ بھی قیامت پر ٭ پھر اس پر صبر کرتا ہے دل امیدواروں کا

پنجم - امام غائب کو موجب امان زمین کہا گیا ہے جیسے کہ ستارے موجب امان آسمان ہیں - کتاب حق الیقین صفحہ ۱۳۳ در بیان غیبت آنحضرت - اس سے معلوم ہوا کہ امام فرائض آیات و تبلیغ ہدایت سے یا تو فارغ البال ہو چکے ہیں یا اس عہدہ سے انکو دوسرے کے عہدہ پر منتقل کیا گیا ہے اور فرائض امامت سے اُن کا علیحدہ ہو جانا بمنزلہ وفات کے ہے -

(۱۵) ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام کی غیبت کا امتداد زیادہ سے زیادہ بقدر مدت بقائے نوح علیہ السلام تھا اپنی قوم میں چنانچہ لکھا ہے واللّٰه لو بقي في غيبته ما بقي نوح في قومه لم يخرج من الدنيا حتى يظهر فيملأ الارض قسطاً وعدلاً - اکمال الدین صفحہ ۱۹۶

مصنف اکمال الدین کا زمانہ چوتھی صدی ہجری ہے اور ائمہ کا زمانہ اس سے بھی پہلے کا ہے ان امام یا راوی یا مصنف مذکور کو اسوقت تو عمر نوح ایک عرصہ طویل اور مدت مدید معلوم ہوتی ہوگی اور اسکو یقین تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو - عمر نوح کے عرصہ تک یعنے ۹۵۰ کے اندر اندر تو ضرور امام ظہور فرما دینگے مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا -

اصل روایت میں بقائے نوح فی قومہ کا لفظ ذرا غور طلب ہے تصدیق قرآن ہی فلبث في قومه الف سنة الا خمسين سے کافی طور پر ہو جاتی ہے اور اس سے زیادہ عرصہ تجویز کرنے کی کسی ذی ہوش و صاحب تقویٰ کو اجازت نہیں دیتی اب اصل حدیث کا ترجمہ ملاحظہ ہو

امام فرماتے ہیں قسم ہے خدا کی اگر امام قائم غائب رہیں اتنا عرصہ بھی جتنا کہ نوح اپنی قوم میں رہے تو پھر وہ دنیا سے رخصت نہ ہونگے جب تک کہ ظہور نہ کریں اور زمین کو انصاف و عدل سے بھرپور نہ کردیں اب چونکہ نوح والا عرصہ بھی گزر گیا اور امام نے ظہور نہ فرمایا تو ظاہر ہے کہ امام بقید حیات نہیں ہیں کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو وہ ضرور ظہور فرماتے۔

(۱۶) تمام عقلی دلائل بھی اس عقیدہ کے منافی ہیں عقل کی فضیلت میں شروع اصول کافی میں ہی کئی احادیث ہیں۔ منجملہ

(۱) عن ابی عبد اللہ ع قال حجۃ اللہ علی العباد النبی والحجۃ فیما بین العباد وبین اللہ العقل صفحہ ۱۴ کتاب العقل

(۲) العقل دلیل المومن " صفحہ ۱۴ "

(۳) ان للہ حجتین حجۃ ظاہرۃ وحجۃ باطنۃ فاما الظاہرۃ فالرسل و الانبیاء والائمۃ واما الباطنۃ فالعقول صفحہ ۱۰ "

نکتہ۔ ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین کبھی کسی امام سے خالی نہیں رہتی جو خدا کی طرف سے اسکی مخلوق پر حجت ہوتا ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ یہ امام ظاہر اور مشہور ہو۔ یا ترسناک پوشیدہ اما ظاہراً مشہوراً او خائفاً مغموراً۔ رسالہ ارشادیہ شرح اعتقادیہ ص ۲۹۹ دراصل یہ دوسرے شق خائفاً مغموراً والی ہی عقیدہ غیبت امام کی جڑ ہے لیکن اس نمبر میں حدیث نمبر ۳ سے ظاہر ہے کہ رسل الانبیاء اور ائمہ ہمیشہ حجت ہائے ظاہرہ ہوتے ہیں۔ اور جو حجت کہ ظاہر نہیں باطن میں ہے وہ عقل ہے یہ بھی ایک دلیل واضح ہے بطلان عقیدہ غیبت امام و وفات امام غائب کی

(۱۷) کافی میں متعدد احادیث اس امر پر وارد ہیں کہ ہر ایک امر کو پھیرا جائے طرف قرآن اور سنت رسول اللہ کے اور جو حدیث مخالف قرآن ہو وہ جھوٹی ہے مثلاً

(۱) عن ابی عبد اللہ (امام صادق ع) قال قال رسول اللہ ص ان علی کل حق حقیقۃ وعلی کل صواب نورا فما وافق کتاب اللہ فخذوہ وما خالف کتاب اللہ فدعوہ اصول کافی صفحہ ۳۹ کتاب العلم۔

(۲) ابا عبد اللہ ع۔ یقول کل شیء مردود الی الکتاب والسنۃ وکل حدیث

لایوافق کتاب اللہ فهو زخرف "ص ۳۹"

(۳) عن ابی الحسن موسیٰ (امام رضا) قال (راوی) قلت له کل شی فی کتاب اللہ وسنة نبیه او یقولون فیه قال بل کل شی فی کتاب اللہ وسنة نبیه "۳۵"

(۴) عن ابی جعفر (امام باقر) قال کل شیی خالف کتاب اللہ عز وجل رد الی کتاب اللہ وسنته ۔

اب قرآن میں دیکھیں تو کہا ہے کہ اللہ نے تمکو پیدا کیا پھر تم کو ماردیگا۔ اور تم میں سے ہیں۔ جو ارذل درجہ عمر تک لوٹائے جائینگے تاکہ سب کچھ جان بوجھکر پھر لاعلم کے لاعلم رہجائیں ارذل العمر کی میعاد میں اختلاف ہے فی المجمع عن النبی وامیر المومنین (علی) هو خمس سبعون سنة والقمی عن الصادق عن ابیه اذا بلغ العبد مائة سنة فذلك ارذل العمر وفی الخصال مثله قال وقد روی ان ارذل العمر ان یکون عقله مثل عقل ابن سبع سنین تفسیر صافی سورہ نحل زیر آیت واللہ خلقکم ثم یتوفکم الخ اذا بلغ المائة فذلك ارذل العمر۔ فروع کافی کتاب الروضہ ص ۵۳

ظاہر ہے کہ امام غائب بعد نزول قرآن مجید تیسری صدی میں پیدا ہوئے ہیں اب قرآن تو اپنے مخاطبین سے کہتا ہے کہ جو تم میں سے ارذل عمر تک جیتے رہینگے۔ اسکے عوض میں اسی قدر وہ علم و عقل سے بے بہرہ کئے جائینگے اور ارذل عمر کی حد زیادہ سے زیادہ سو برس کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہے رسول پاک اور باقی اماموں میں سے کوئی بھی اس حد عمر تک زندہ نہیں رہا۔ پھر امام قائم و غائب کے لئے کسطرح ممکن ہے کہ وہ گیارہ سو برس سے زندہ ہوں اور انکی عقل و علم و حواس بدستور قائم ہوں